حلال و حرام کی اخلاقی اور رُوحانی بُنیادیں

شیخ یُوسف القرضاوی
ترجمہ: عبدالحمید صدیقی

اسلام پسندیدہ اور نفیس محرکات، شریفانہ مقاصد اور پاکیزہ عزائم کی اپنی جملہ قانون سازیوں میں قدر کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اعمال کی بنیاد نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جو اُس نے نیت کی۔"[1] نیک نیتی سے شریعت میں جائز امُور اور معمولاتِ زندگی عبادات اور قربِ الٰہی کا باعث بن جاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص زندگی کی حفاظت اور جسم کی تقویت کے لیے خوراک کھائے اور اُس کی نیت یہ ہو کہ اس طرح وہ خدا اور قوم کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں کو بحُسن و خوبی انجام دے سکے گا تو اُس کا کھانا پینا عبادت اور باعثِ قربِ الٰہی ہوگا۔ نیز اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ اُس کے ہاں بچہ تولّد ہو اور وُہ خود اپنے آپ کو اور اپنی بیوی کو پاک دامن رکھ سکے تو اس کا یہ جماع کرنا عبادت ہو گی جس پر اللہ اُسے اجر و ثواب دے گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "تم میں ہر شخص کے ذکر میں بھی فائدہ اور اجر ہے۔ لوگوں نے پوچھا: "اے اللہ کے رسولؐ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس اپنی شہوت کو پُورا کرنے کے لیے آتے تو کیا اس کے لیے اس کام میں کوئی اجر و ثواب ہے؟" آپؐ نے جواب دیا "اگر وہ شخص اپنی خواہش کو حرام طریقے سے پُورا کرتا تو کیا اس پر گناہ نہ ہوتا؟ اسی طرح جب وہ حلال طریقے سے اپنی خواہش کو پُورا کرے گا تو اجر و ثواب کا مستحق ہو گا۔"[2] نیز فرمانِ نبویؐ ہے کہ جس شخص نے حلال طریقے سے دنیاوی مال و منال طلب کیا اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ لوگوں سے سوال کرنے سے بچ جائے، اہل و عیال کو روزی مہیا کر سکے، اور اپنے ہمسائے کے ساتھ نیک برتاؤ کر سکے تو وہ قیامت کے دن خداوندِ عالم سے یُوں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی

[1] بخاری [2] بخاری و مسلم

طرح چمک رہا ہوگا[1]۔" اس سے ثابت ہُوا کہ مومن کے ہر جائز کام میں نیت کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے جو اُس کام کو عبادت کے درجے تک لے جاتا ہے۔ مگر حرام اور ناجائز کام حرام ہی ہے خواہ اس کے کرنے والے کی نیت کتنی ہی نیک ہو اور اس کا مقصد و منتہا کتنا ہی بلند و عظیم ہو اور اسلام میں یہ بات ہرگز پسندیدہ نہیں کہ کسی حرام کام کو کسی نیک مقصد کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے۔ کیونکہ اسلام جہاں مقصد و منتہا کے نیک ہونے کا خواہاں ہے وہیں وہ اس مقصد کے حصول کے ذریعے کے بھی پاکیزہ اور مطہر ہونے پر زور دیتا ہے۔ وہ ہرگز اس اصول کو نہیں مانتا کہ THE ENDS SANCTIFY THE MEANS (مقاصد ذرائع کو مقدس بنا دیتے ہیں) یا یہ کہ سچائی تک پہنچنے کے لیے بہت سے باطل طریقوں کو بھی اختیار کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس اسلام اس بات کا قائل ہے کہ سچائی اور حق کو صرف جائز اور حق و انصاف پر مبنی طریقوں ہی سے حاصل کیا جانا چاہیے۔

اگر کوئی شخص سُود، حرام کمائی یعنی رشوت وغیرہ، ناجائز کھیل تماشے، قمار بازی یا شریعت کی رُو سے کسی بھی ممنوع طریقے سے مال جمع کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وُہ اس مال سے کوئی مسجد تعمیر کروائے گا یا کوئی خیراتی ادارہ قائم کرے گا تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس نیک مقصد اور حُسنِ نیت کی وجہ سے وہ ارتکابِ جرم کے گناہ کی سزا سے بچ جائے۔ کیونکہ جو چیز اسلام میں حرام ہے اُس پر حُسنِ نیت اور بلندیٔ مقاصد کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اس فرمان میں ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ "انّ اللّٰہ طیب لا یقبل الا طیبا (اللہ پاک ہے اور صرف پاکیزہ اشیاء و امور ہی کو قبول فرماتا ہے)، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُولوں اور مومنوں کو ایک ہی حکم دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ۔" (مومنون ۵۱)	اے پیغمبرو! کھاؤ پاک چیزیں اور عمل کرو صالح تم جو کچھ بھی کرتے ہو مَیں اس کو خوب جانتا ہوں۔
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ۔ (بقرہ: ۱۷۲)	اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ۔

پھر آپؐ نے فرمایا کہ "ایک شخص ہے جو حج یا عمرہ وغیرہ کے لیے بڑی طویل مسافت طے کر کے آیا ہے

---

[1] بخاری و مسلم

اور اس کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں اور آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا پھیلا کر کہتا ہے "اے میرے رب! اے میرے رب!!" مگر اس کا کھانا، پینا اور پہننا سب کچھ حرام کے مال سے ہوتا ہے تو ایسے شخص کے لیے درِ اجابت کیونکر کھلے گا؟[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص حرام مال جمع کرتا ہے اور پھر اُس میں سے راہِ خدا میں دیتا ہے تو وہ کسی قسم کے اجر کا مستحق نہیں ہوگا اور اُس حرام کمائی کا وبال اُسی پر ہوگا۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اگر ایک بندہ حرام مال کماتا ہے، پھر اُسے صدقہ کرتا ہے اور وہ اُس سے قبول کر لیا جاتا ہے اور وہ اُس میں سے خرچ کرتا ہے اور اُس کے لیے اس مال میں برکت بھی ڈال دی جاتی ہے اور پھر وہ اُسے اپنے پیچھے چھوڑ مرتا ہے تو ایسا مال اس بندے کے لیے دوزخ کی زادِ راہ بنے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ برائی اور بُرائی سے نہیں مٹاتا بلکہ بُرائی کو نیکی سے مٹاتا ہے اور ناپاک چیز کو ناپاک چیز نہیں مٹا سکتی۔[3]

حرام میں پڑنے کے ڈر سے شبہات سے بچاؤ

اللہ تعالیٰ کا یہ خاص کرم ہے کہ اُس نے حلال وحرام کے معاملے میں لوگوں کو یونہی نہیں چھوڑ دیا کہ جو چاہیں کرتے پھریں۔ بلکہ حلال اور حرام کو بالکل واضح طور پر الگ الگ کر کے بیان فرما دیا ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قد فصل لکم ما حرم علیکم (اللہ نے جو چیزیں تم پر حرام کی ہیں وہ اُس نے کھول کھول کر بیان کی ہیں)۔ جہاں تک حلالِ بیّن کا تعلق ہے تو اُس پر عمل کر لینے میں بالکل کوئی حرج نہیں۔ مگر حالتِ اختیار میں حرام بیّن پر عمل کرنے کی قطعاً اجازت نہیں۔

حلالِ بیّن اور حرام بیّن کے درمیان ایک حلقۂ عمل ہے اور یہ ہے اُن شبہات کا حلقۂ عمل جن کی وجہ سے بعض لوگ حلال کو حرام کے ساتھ گڈمڈ کر دیتے ہیں۔ اس کی دو وجوہات ہیں ایک یہ کہ حلال وحرام کے دلائل غیر واضح ہوں۔ دوسرے یہ کہ کسی نصِ قرآنی کو واقعہ زیرِ نظر یا مسئلہ زیرِ بحث کے ساتھ تطبیق میں غلطی ہو جائے یا شبہ رہ جائے۔ ایسی صورت میں پرہیزگاری اور تقوٰے کا تقاضا یہی ہے

[1] مسلم وترمذی [2] ابن خزیمہ وابن حبان وحاکم [3] احمد وغیرہ

کہ ان شبہات سے بالکل اجتناب کیا جائے۔ مبادا یہ شبہات حرامِ بیّن کے ارتکاب کا سبب بن جائیں۔ اس اصول کا ماخذ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ غیر واضح امور ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے کہ وہ حلال ہیں یا حرام؟ پس جس شخص نے اپنے دین اور اپنی عزت و آبرو کو بچانے کے لیے ان غیر واضح امُور کو چھوڑ دیا وہ سلامت رہا اور جس شخص نے اُن میں سے کسی ذرا سی بات پر بھی عمل کیا تو کوئی بعید نہیں کہ وہ حرامِ بیّن میں پڑ جائے جیسے اگر کوئی شخص ممنوعہ چراگاہ (وہ چراگاہ جسے کسی بادشاہ نے صرف اپنے جانوروں کے چرنے کے لیے بنا رکھا ہو اور کسی دوسرے شخص کو اس میں اپنے جانور چرانے کی اجازت نہ ہو) کے اردگرد اپنے جانور چرائے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے جانور چراگاہ کے اندر کی گھاس پر بھی جا پڑیں۔ سنو! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ اشیاء و افعال ہیں۔

حرام سب پر حرام ہے: شریعتِ اسلام میں حرام میں ہمہ گیری پائی جاتی ہے۔ یعنی جو چیز حرام ہے وہ جملہ اہلِ اسلام کے لیے حرام ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی چیز عجمی کے لیے تو حرام ہو مگر عربی کے لیے حلال۔ اور ایک چیز کالے کے لیے حرام ہو اور گورے کے لیے حلال۔ اور کسی طبقے یا گروہ کو ہرگز اس بات کی اجازت یا رخصت نہیں دی گئی کہ وہ خواہشِ نفس کی پیروی میں جو چاہے کرے خواہ وہ پیرانِ طریقت ہوں یا علماء، بادشاہ اور شرفاء ہوں۔ بلکہ اس سلسلے میں مسلمان ہونا بھی کوئی ایسی خوبی نہیں جو کسی مسلمان کے لیے کسی ایسی چیز کو حلال کر دے جو دوسروں پر حرام ہے۔ اللہ جل شانہ سب کا رب ہے اور شریعتِ الٰہی عالم گیر ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جو چیز حلال کی ہے وہ جملہ بنی نوعِ انسان کے لیے حلال ہے اور جو چیز اس نے حرام کی ہے وہ قیامت تک سب کے لیے حرام ہو گی۔ مثلاً اسلام میں چوری حرام ہے خواہ چوری کرنے والا مسلمان ہو یا غیر مُسلم اور جس کی چوری ہوئی ہے وہ بھی مسلمان ہو یا غیر مُسلم۔ اور چور کو چوری کی سزا ضرور دی جائے گی خواہ وہ حسب و نسب اور مقام و مرتبہ کے اعتبار سے کتنی بھی بلند شخصیت ہو۔ اس ضمن میں حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والسلام کا یہ فرمان ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے: وایم اللہ! لو سرقت فاطمۃ بنت محمد لقطعت یدھا (اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک چوری کا ارتکاب ہو گیا۔ اور ایک یہودی اور ایک مسلمان پر چوری کا شبہ ظاہر کیا گیا۔ مسلمان کے بعض رشتہ داروں نے بعض آثار و قرائن کو مدِّنظر

رکھتے ہوئے یہودی پر چوری کا الزام تھوپ دیا اور اپنے مسلمان بھائی کو اس سے بری الذمہ قرار دیا جو فی الواقع چوری کا مرتکب ہوا تھا۔ قریب تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کے خلاف فیصلہ صادر فرما دیتے۔ اتنے میں وحی آئی جس نے خائنوں کو بے نقاب کیا۔ یہودی کی برادت فرمائی اور رسول اللہ کو تنبیہ کی اور حق کو قائم کیا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا ۝ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ۝ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ۝ هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَن يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا۔

(نساء: ۱۰۵-۱۰۹)

اے نبی! ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ جو راہِ راست اللہ نے تمہیں دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ تم بددیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنو اور اللہ سے درگزر کی درخواست کرو، وہ بڑا درگزر فرمانے والا اور رحیم ہے۔ جو لوگ اپنے نفس سے خیانت کرتے ہیں تم ان کی حمایت نہ کرو۔ اللہ کو ایسا شخص پسند نہیں جو خیانت کار اور معصیت پیشہ ہو۔ یہ لوگ انسانوں سے اپنی حرکات چھپا سکتے ہیں مگر خدا سے نہیں چھپا سکتے۔ وہ تو اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ راتوں کو چھپ کر اس کی مرضی کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔ ان کے سارے اعمال پر اللہ محیط ہے۔ ہاں! تم لوگوں نے ان مجرموں کی طرف سے دنیا کی زندگی میں تو جھگڑا کر لیا۔ مگر قیامت کے روز ان کی طرف سے کون جھگڑے گا؟

موجودہ تحریف شدہ یہودی مذہب میں ہے اگر کوئی یہودی اپنے یہودی بھائی کو قرض دے تو اس کے لیے سود لینا حرام ہے مگر کسی غیر یہودی کو سود پر قرض دینے میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ تورات کی کتابوں میں سے پانچویں کتاب استثناء میں لکھا ہے "اپنے بھائی کو دام و درہم، کھانے یا کسی چیز کے سود پر وہ چیز قرض نہ دو جو کسی اجنبی کو سود پر دی جاتی ہے۔ تم اجنبی کو تو سود پر قرض دے سکتے ہو مگر اپنے بھائی یہودی کو سود پر قرض نہیں دے سکتے۔"

قرآن مجید نے یہودیوں کی اس ذہنیت کو کہ وہ ہر غیر یہودی کے ساتھ خیانت کو جائز سمجھتے تھے اور اس میں کوئی حرج یا گناہ نہیں سمجھتے تھے، یُوں ذکر کیا ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔ (آل عمران: ۷۵)

اہلِ کتاب میں سے کسی کا حال یہ ہے کہ اگر تم ایک دینار کے معاملے میں بھی اس پر بھروسہ کرو تو وہ ادا نہ کرے گا اِلّا یہ کہ تم اُس کے سر پر سوار ہو جاؤ، ان کی اس اخلاقی حالت کا سبب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں اُمّیوں (غیر یہودی لوگوں) کے معاملہ میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں اور یہ بات وہ محض جھوٹ گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی ہے۔

بلاشبہ یہودی اللہ پر جھوٹ ہی تو باندھتے ہیں۔ کیونکہ شریعتِ الٰہی میں سب لوگ برابر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے خیانت کو جملہ انبیاء اور رسولوں کی زبانِ وحی ترجمان سے حرام فرمایا ہے۔

ہم بڑے افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ یہودی ذہنیت سراسر وحشیانہ اور جاہلانہ ذہنیت ہے۔ جس کی نسبت کسی آسمانی دین کی طرف کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ اخلاق فاسلہ بلکہ اخلاقِ صحیحہ وہی ہوتے ہیں جن میں ہمہ گیری اور عمومیت پائی جاتی ہو، ایسا نہ ہو کہ ایک چیز زید کے لیے حلال کر دی گئی ہو مگر بکر کے لیے وہی چیز ممنوع و حرام ہو۔ ہمارے اور قدیم دورِ جہالت کے باشندوں میں فرق ہی یہ ہے کہ ہمارے ہاں اخلاقیات کے دائرے میں جو وسعت پائی جاتی ہے وہ اُن کے ہاں نہیں تھی۔ مثلاً امانتداری اُن کے نزدیک ایک قابلِ ستائش خصلت تھی۔ مگر خاص طور پر اُس وقت جب ایک ہی قبیلہ کے افراد ایک دوسرے سے لین دین میں امانت و دیانت کو ملحوظِ خاطر رکھیں اور جب قبیلے سے باہر کے لوگوں سے معاملہ پیش آئے تو پھر خیانت کی اجازت تھی بلکہ واجب تھی۔ چنانچہ "تہذیب کی کہانی" کا مصنف لکھتا ہے:

"قدیم زمانے میں بنی نوعِ انسان کے جتنے بھی گروہ پائے جاتے تھے وہ سب کے سب اس بات میں یکساں تھے کہ اُن میں سے ہر ایک یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ اس کے علاوہ دیگر سب گروہ اُس سے فروتر ہیں۔ چنانچہ شمالی امریکہ کے قدیم باشندے اپنے آپ کو خدا کی برگزیدہ قوم سمجھتے تھے اُن کا یہ عقیدہ

تھا کہ انہیں "روحِ اعظم" نے خاص طور پر اس غرض کے لیے پیدا کیا ہے کہ وہ نوعِ بشر کے لیے ایک قابلِ تقلید نمونہ بن سکیں۔ ہندوستان میں ایک قبیلہ ایسا تھا کہ وہ لفظ "انسان" کا اطلاق صرف اپنے اوپر کرتے تھے اور کہتے تھے ہمارے سوا کوئی انسان نہیں بعض قبیلے ایسے تھے جو کہتے تھے کہ انسانوں میں انسان ہیں تو ہم"۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ زمانہ قدیم کے انسان کے دل میں کبھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ وہ دوسرے قبائل کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے بھی انہی اخلاقی حدود وقیود کی پابندی کرے جن کی کہ وہ اپنے قبیلہ کے ساتھ معاملہ کرنے میں کرتا ہے۔ اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ پرانے زمانے میں اخلاق کا کام صرف یہ تھا کہ اسے مختلف گروہوں اور قبیلوں کے افراد دوسرے قبیلوں کے مقابلے میں اپنے قبیلے یا گروہ کی تقویت اور پشت پناہی کے لیے اپناتے تھے۔ اخلاقی اوامر و نواہی کو صرف اپنے ہی اہلِ قبیلہ سے معاملات کرتے ہوئے درخورِ اعتنا سمجھا جاتا تھا۔ رہے دوسرے قبیلوں کے افراد تو جب تک وہ اِن کے مہمان نہ ہوں یہ حتی الوسع اُن سے معاندانہ رویہ رکھنے کو جائز سمجھتے تھے"۔

حاجت سے مجبور کے لیے کوئی قانون نہیں[۱] پہلے اسلام نے صرف محرمات (حرام کردہ اشیاء و افعال) کا دائرہ تنگ کیا، پھر حرام کے معاملہ میں اتنی شدت اختیار کی کہ حرام کی طرف لے جانے والے سارے ظاہری اور پوشیدہ راستوں کو مسدود کر دیا یعنی اس طرح کے احکام دیئے کہ جو چیز حرام کی طرف رہنمائی کرے وہ بھی حرام ہے، جو چیز ارتکابِ حرام میں ممد و معاون ہو وہ بھی حرام ہے اور جس چیز کے حرام پر حیلہ سازی کی جا سکتی ہے وہ بھی حرام ہے وغیرہ وغیرہ۔ بایں ہمہ اسلام نے زندگی کی ضرورتوں اور اُن کے سامنے انسان کی کمزوری اور بے بسی کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ شدید ضرورت اور انسانی بے بسی کا اندازہ کرتے ہوئے کسی شدید ضرورت کے دباؤ کے تحت مسلمان کے لیے اس بات کو جائز کر دیا کہ وہ حرام شدہ چیز سے بقدرِ ضرورت اور اپنے آپ کو ہلاکت سے بچانے کے لیے مناسب مقدار لے سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ محرماتِ خورد و نوش یعنی مُردار، خون اور سؤر کے گوشت کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (البقرہ: ۱۷۳)

پس جو شخص لاچار ہو جائے اور حکم عدولی اور زیادتی کرنے کا اُسے مطلق خیال نہ ہو اُن میں سدِ رمق کھا لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم والا ہے۔

---

[۱] NEGESSITY KNOWS NO LAW

محرّمات خورونوش کے ذکر کے ساتھ اس بات کو قرآنِ مجید کی چار سورتوں میں دہرایا گیا ہے انہی آیات اور اس طرح کی دوسری آیات کو مدِنظر رکھتے ہوئے فقہائے اسلام نے یہ اہم اصول مقرر فرمایا ہے کہ ان الضرورات تبیح المحظورات (حاجت سے مجبور انسان کے لیے کوئی قانون نہیں)۔

لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ ان آیات میں مجبور اور لاچار شخص کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ غیر باغٍ ولا عادٍ ہو اور ان الفاظ کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ وہ طالبِ لطف ولذت نہ ہو اور کھانے میں اپنی حدِ احتیاج سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔ اس پابندی سے فقہاء نے ایک اور اصول اخذ کیا ہے کہ الضرورۃ تقدر بقدرھا (ضرورت کا اندازہ قدرِ ضرورت سے کیا جاتا ہے) لہٰذا اگر کوئی انسان کسی حاجت سے مجبور ہو جائے تو اُسے اُس حاجت کے محرکات کا تابعِ مہمل بن کر اپنے غور وفکر کی زمام انہی کے سپرد نہیں کر دینی چاہیے بلکہ اس کے لیے لازم ہے کہ وہ اصلِ حلال سے وابستہ رہے، مبادا وہ کسی ضرورت کی وجہ سے حرام کو خوشگوار اور مرغوبِ خاطر سمجھنے لگ جائے۔

اسلام نے اگر احتیاجات کے وقت ممنوع اور حرام چیزوں کو حلال کیا ہے یہ اس عام قاعدۂ کلیہ کے مطابق ہے جس میں تنگی اور تکلیف کے بجائے آسانی اور سہولت کی رُوح کار فرما ہے اور جس کا مقصد اُمّتِ مُسلمہ سے اُن بندھنوں اور جکڑبندیوں کو دُور کرنا ہے جن کا پابند پہلی قوموں کو کیا گیا تھا۔ خداوندِ بزرگ و برتر نے سچ کہا ہے:

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ۔ (سورۂ بقرہ: ۱۸۵)	اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی نہیں کرنا چاہتا۔
مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔ (مائدہ: ۶)	اللہ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا مگر وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دے شاید کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔
یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۔ (نسا: ۲۸)	اللہ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

خورد ونوش، حلال وحرام اور مسلمان کی شخصی زندگی مختلف اقوام وملل کا زمانۂ قدیم سے اس امر میں اختلاف رہا ہے کہ وہ کیا کھائیں اور کیا پئیں، اور خاص طور پر حیوانی اشیائے خوردنی میں اُن کے لیے کیا جائز ہے اور

کیا ناجائز۔ رہیں نباتاتی اشیائے خورد و نوش تو اُن کے بارے میں کوئی لمبے چوڑے اختلافات معروف و معلوم نہیں اور اسلام نے بھی ان چیزوں میں سے اُن کو حرام کیا ہے جو شراب بن گئی ہوں۔ مثلاً انگور، کھجور، جو یا کوئی دوسری چیز جب نشہ آور بن جائے تو حرام ہے۔ اسی طرح اسلام میں وہ چیزیں بھی حرام ہیں جو اعضائے جسمانی کو بے حسی اور فتور میں مبتلا کر دیں یا جسم کو کسی قسم کا نقصان پہنچائیں۔ جہاں تک حیوانی اشیائے خوردنی کا تعلق ہے تو اُن کے بارے میں مختلف قوموں اور گروہوں میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔

جانور کو ذبح کر کے کھانے کے متعلق برہمنوں کا نقطۂ نظر کچھ انسانی گروہ ایسے بھی ہیں مثلاً برہمن اور بعض فلسفہ زدہ لوگ جو کسی جانور کو ذبح کر کے کھانا اپنے لیے حرام سمجھتے ہیں اور محض نباتاتی غذاؤں پر زندہ رہتے ہیں وہ کہتے ہیں، جانور کو ذبح کر کے انسان اپنے جیسی ایک زندہ مخلوق پر ظلم و زیادتی کا مظاہرہ کرتا ہے اُسے کوئی حق نہیں کہ وہ کسی جانور کو زندگی کے حق سے محروم کرے۔

نظامِ کائنات پر غور و فکر کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان جانوروں کو پیدا کرنے کا فی نفسہ کوئی مقصد نہیں۔ کیونکہ انہیں عقل و ارادہ سے محروم رکھا گیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت کی طرف سے انہیں جو مقام دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اُسے انسان کی خدمت کے لیے مسخر کیا جاتا ہے۔ جو انسان کسی جانور کو مسخر کر کے اُس سے صحیح طور پر فائدہ اٹھاتا ہے تو اگر وہ اُس جانور کو ذبح کر کے اُس کے گوشت سے فائدہ حاصل کرتا ہے تو یہ کوئی عجیب و غریب بات نہیں۔

اسی طرح کائنات پر غور کرنے سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقات کی پیدائش کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سُنت یہ رہی ہے کہ مخلوق کی ادنیٰ قسم کو اعلیٰ قسم کے فائدے کے لیے قربان کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ سرسبز و شاداب نباتات کو حیوان کی غذا کے لیے کاٹ لیا جاتا ہے اور جانور کو انسان کی غذا کے لیے ذبح کیا جاتا ہے بلکہ خود انسان بھی جنگ کرتا ہے اور جملہ مخلوقات کے فائدے اور مفاد کے لیے قربان ہو جاتا ہے۔

تاہم انسان اگر جانوروں کو ذبح کرنے سے باز آ جائے تو اس سے جانور موت اور تباہی سے نہیں بچ سکتے اگر کوئی بڑا اور طاقتور جانور کسی چھوٹے اور کمزور جانور کو پھاڑ نہیں کھائے گا تو وہ یقیناً اپنی طبعی موت مر جائے گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ جانوروں کا چیر پھاڑ کھانا یا طبعی موت مرنا اس کے لیے

ایک تیز دھار چھری سے ذبح ہونے کی نسبت زیادہ تکلیف دہ ہو۔

یہود و نصاریٰ کے نزدیک جو جانور حرام ہیں اہلِ کتاب کے جملہ مذاہب میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر بہت سے بری و بحری جانور حرام ہیں جن کا مفصّل ذکر تورات کی اس کتاب کے گیارہویں باب میں ملتا ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے لاوی کے قبیلے کے افراد سے متعلق ہے۔ قرآن مجید میں بعض اُن چیزوں کا ذکر ملتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر حرام کر دیا تھا اور یہ سزا تھی اُن کے اپنے گناہوں اور بے اعتدالیوں کی جو اللہ نے انہیں دی تھی۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ۔ (الانعام: ۱۴۶)

اور جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی اُن پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری کی چربی بھی بجز اُس کے جو اُن کی پیٹھ یا اُن کی آنتوں سے لگی ہوئی ہو یا ہڈی سے لگی رہ جاتی۔ یہ ہم نے اُن کو سرکشی کی سزا دی تھی اور یہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں بالکل سچ کہہ رہے ہیں۔

یہ تو یہودیوں کی حالت تھی مگر نصاریٰ نے بھی اُن کی پیروی کی۔ انجیل میں صاف طور پر اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ مسیح علیہ السلام دنیا میں اس لیے نہیں آئے کہ قانونِ الٰہی کو توڑیں بلکہ وہ اس کی تکمیل کے لیے تشریف لائے تھے مگر نصاریٰ نے قانونِ الٰہی کو توڑا اور تورات میں جو چیزیں اُن کے لیے حرام کی گئی تھیں اور جن کی حرمت کو انجیل نے منسوخ نہیں کیا تھا وہ سب انہوں نے اپنے لیے حلال کر لیں۔ انہوں نے جملہ اشیائے خورونوش (سوائے اس کے جو بتوں کے لیے ذبح کیا گیا ہو اور اس کے متعلق مسیحیت کے پیرو کو یہ بتا دیا گیا ہو کہ یہ بت کے لیے ذبح کیا گیا ہے) کو سینٹ پال کی پیروی کرتے ہوئے حلال کر لیا۔ اس سلسلے میں سینٹ پال کا طرزِ استدلال یوں تھا کہ پاکیزہ لوگوں کے لیے ہر چیز پاک ہے اور مُنہ میں داخل ہونے والی کوئی چیز مُنہ کو ناپاک نہیں کرتی بلکہ اُسے ناپاک تو وہ چیز کرتی ہے جو اُس میں سے خارج ہوتی ہے۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے نصاریٰ نے سؤر کا گوشت کھانا حلال قرار دے لیا تھا باوجود اس کے کہ وہ نصِ تورات سے آج تک حرام ہے۔

زمانۂ جاہلیت کے عربوں کے نزدیک جو جانور حرام تھے جہاں تک دورِ جاہلیت کے عربوں کا تعلق ہے تو

انہوں نے بھی بعض جانوروں کو محض نفرت کی بنا پر اپنے اُوپر حرام کیا ہُوا تھا اور بعض کو اس لیے حرام کیا ہُوا تھا کہ وہ اُن کے لیے عبودیت کے جذبات اپنے اندر رکھتے تھے اور بتوں کا تقرب اُن کا انتہائے مقصود تھا اور وہ اوہام پرستی میں مبتلا تھے مثلاً بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام۔ اُن کی تفسیر پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔ اور ان کے مقابلے میں انہوں نے بہت سی ناپاک چیزوں کو اپنے اُوپر حلال کیا ہُوا تھا۔ مثلاً مُردار اور بہایا ہُوا خون وغیرہ۔

اسلام پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے جب اسلام ظہور پذیر ہوا تو حیوانی اشیائے خور و نوش کے معاملے میں لوگوں کی یہی حالت تھی کہ وہ بعض چیزوں کو کھانے اور بعض کو ترک کرنے میں انتہا پسندانہ طرزِ عمل اختیار کیے ہوئے تھے۔ قرآنِ مجید میں ساری انسانی برادری کو مخاطب کرکے کہا گیا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (البقرہ: ۱۶۸)

لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے رستوں پر نہ چلو۔ وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اس آیت میں سارے انسانوں کو پکار کر کہا گیا ہے کہ وہ اس بہت بڑے دسترخوان سے پاک چیزیں کھائیں جسے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے بچھایا ہے۔ یہ دسترخوان ساری زمین ہے جو اور جس کی ساری چیزیں انسانوں کیلیے پیدا کی گئی ہیں۔ اور یہ کہ وہ شیطانی راہوں پر نہ چلیں جو شیطان نے بعض لوگوں کے سامنے مزین کرکے پیش کی ہیں اور وہ لوگ اللہ کی حلال کردہ چیزیں حرام ٹھہراتے ہیں اور پاک اور حلال چیزوں سے انہیں محروم کرتے ہیں اور انہیں گمراہی و ضلالت کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دیتے ہیں:

پھر قرآن مجید میں صرف مومنوں کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (البقرہ: ۱۷۲-۱۷۳)

اے ایمان والو! اگر تم حقیقت میں اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ اللہ کی طرف سے اگر کوئی پابندی تم پر ہے تو وہ یہ ہے کہ مُردار نہ کھاؤ، خون اور سؤر کے گوشت سے پرہیز کرو اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھالے بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے

تجاوز کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اِس دعوت میں جس کا رُوئے سخن خاص مومنوں کی طرف ہے اللہ جل شانہٗ ایمانداروں کو حکم دیتا ہے کہ جو پاکیزہ چیزیں اُس نے انہیں بخشی ہیں وہ انہیں بے تکلف کھائیں اور اُس منعمِ حقیقی کا شکر ادا کرکے حقِ نعمت ادا کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر یہ فرمایا ہے کہ اُس نے آیتِ بالا میں مذکور صرف چار قسم کی چیزوں سے منع کیا ہے سُورہ انعام میں ان چار قسم کی حرام شدہ چیزوں کا اور بھی وضاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے:

قُل لَّآ اَجِدُ فِیمَآ اُوحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَن یَّكُونَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا اَوْ لَحْمَ خِنزِیرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِیمٌ (انعام ۔ ۱۴۵)

اَے محمدؐ! ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو، اِلّا یہ کہ وہ مُردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو یا سُور کا گوشت ہو کہ ناپاک ہے یا فسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ پھر جو کوئی مجبوری کی حالت میں (کوئی چیز ان میں سے کھا لے) بغیر اس کے کہ وہ نافرمانی کا ارادہ رکھتا ہو اور بغیر اس کے کہ وہ حدِ ضرورت سے تجاوز کرے تو یقیناً تمہارا رب درگزر سے کام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

اور سُورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے ان حرام کردہ چیزوں اور بھی زیادہ تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِیرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّیَةُ وَالنَّطِیحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّیْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ۔ (مائدہ : ۳)

تم پر حرام کیا گیا مُردار، خُون، سُور کا گوشت، وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اور جو گلا گھُٹ کر یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو۔ سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پاکر ذبح کر لیا ۔ اور وہ کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو۔

اِس آیت میں جو حرام کردہ چیزوں کی تعداد دس بتاتی ہے اور گذشتہ آیات میں جو حرام کردہ اشیاء کی تعداد چار بتاتی ہیں، صرف یہ فرق ہے کہ یہ آیت ان آیات کی تفصیل و تشریح ہے کیونکہ جو گلا گھُٹ کر یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑا ہو، سب مُردار کے تحت آتے ہیں۔ اسی طرح جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو وہ اُس جانور کے حکم میں آتا ہے جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ پس اگر اجمالاً ذکر کیا جائے تو حرام کردہ چیزیں چار ہیں اور اگر مفصل طور پر بیان کیا جائے تو وہ چیزیں دس ہیں